احمد ندیم قاسمی (بہ حیثیت نثر نگار)

(حالاتِ زندگی)

احمد ندیم قاسمی کا اصل نام احمد شاہ تھا۔ آپ ۱۹۱۶ء میں خوشاب کے گاؤں انگہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد پیر غلام نبی بہت بڑے مبلغِ اسلام تھے۔ ندیم نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ ۱۹۲۲ء میں والد کے انتقال کے بعد اپنے چچا پیر حیدر شاہ کے پاس کیمبل پور (اٹک) چلے گئے۔ جہاں سے عربی، فارسی اور تفسیر کی تعلیم حاصل کی۔

پہلے محکمہ آبکاری میں سب انسپکٹر تعینات ہوئے۔ مگر جلد ہی دل اُکتا گیا۔ اور استعفیٰ دے کر لاہور آ گئے۔ جہاں رسالہ ''تہذیبِ نسواں'' اور رسالہ ''پھول'' کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ مابعد روزنامہ ''امروز'' کے ایڈیٹر بن گئے۔ آخری عمر میں مجلس ترقیِ ادب کے چیئرمین اور رسالہ ''فنون'' کے مدیر اعلیٰ رہے۔

آپ کے افسانوں کے مجموعے چوپال، بگولے، طلوع و غروب، سیلاب و گرداب، آنچل، آبلے، آس پاس، درو دیوار، سناٹا، بازارِ حیات، گھر سے گھر تک اور کپاس کا پھول زیادہ مشہور ہیں۔

۱۹۷۴ء میں ''مجلس ترقیِ ادب لاہور'' کے ناظم اور ۱۹۷۶ء میں بزمِ اقبال کے اعزازی سیکرٹری مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۷ء میں پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت ایک سال کے لیے نظر بند کر دیے گئے۔ حکومتِ پاکستان نے ان کی ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں ''تمغۂ حُسن کارکردگی'' اور ''ستارۂ امتیاز'' سے نوازا۔

احمد ندیم قاسمی ادبائے اُردو میں منفرد حیثیت کے ادیب ہیں۔ وہ بہ یک وقت ایڈیٹر، نقاد، شاعر اور افسانہ نگار ہیں۔ آپ نے افسانہ نگاری میں کئی نئے تجربے کیے۔ اور نئے موضوعات پر منفرد انداز میں افسانے لکھے ہیں۔ ان کا بنیادی موضوع اپنے گردوپیش کی معاشرتی زندگی اور اُس کے طبقاتی تضادات ہیں۔ وہ مختلف طبقات کے تصادم کا ذکر نہایت خوبصورتی سے کرتے ہیں۔

اُن کے افسانوں کی زبان موضوع کی طرح سادہ اور دل کش ہے۔ جو دیہاتی ماحول کی عکاسی کرتی ہے۔ اِسی زبان میں ادبی حسن بھی ہے اور بانکپن بھی۔ اُن کے افسانوں میں پنجاب کے دیہاتوں کی خوبصورت تصویریں بھی نظر آتی ہیں۔ اُنہوں نے دیہاتی زندگی کے مختلف مسائل اور تہذیبی حالات پر کھل کر لکھا ہے۔ دیہاتی زندگی کی تصویر کشی کے ساتھ اُنہوں نے شہری زندگی کی سجاوٹ، بناوٹ، تصنع اور تکلفات کے بارے میں بھی کامیاب افسانے لکھے ہیں۔

آپ نے ۱۰ جولائی ۲۰۰۶ء کو وفات پائی۔

سفارش

(احمد ندیم قاسمی)

مقاصدِ تدریس

۱۔ طلبہ کو ہمارے معاشرے میں موجود مختلف معاشرتی رویوں سے آگاہ کرنا۔
۲۔ اردو ادب میں افسانوی روایت سے واقفیت دلانا۔
۳۔ ادب میں فکشن کی اہمیت بتانا۔
۴۔ اُردو افسانوی ادب میں احمد ندیم قاسمی کے مقام کے بارے میں بتانا۔
۵۔ لغوی اور اصطلاحی معانی میں امتیاز کرانا۔
۶۔ بنیادی اسالیب نثر سے روشناس کرانا۔

خاص الفاظ و تراکیب: تانگہ جوڑنا ۔ بھول پن ۔ چھینٹا پڑنا ۔ پٹس پڑنا ۔ چوڑے چکلے ۔ چیخ چاخ
جتن کرنا ۔ زن ۔ کوچوان ۔ چھپر

محلے کی بڑی گلی کے موڑ پر تین چار تانگے ہر وقت موجود رہتے ہیں مگر اس روز میں موڑ پر آیا تو وہاں ایک بھی تانگا نہیں تھا۔ مجھے خاصی دور بھی جانا تھا اور جلدی بھی پہنچنا تھا۔ اس لیے تانگے کا انتظار کرنے لگا۔ تانگے تو بہت سے گزرے مگر سب لگے ہوئے تھے۔ اچانک میں نے فیکے کوچوان کو اپنی طرف آتے دیکھا تو پکارا ''بھئی فیکے تانگا کہاں ہے؟ تانگا لاؤ نا''۔

''تانگا تو بابو جی، آج نہیں جوڑا ہے''۔ فیکے نے جواب دیا۔

میں نے دیکھا کہ فیکا جو کوچوان کا کوچوان اور پہلوان کا پہلوان تھا۔ اس نے آج شیو بھی نہیں بنوایا تھا۔ اس کی آنکھیں بھی سرمے سے محروم تھیں اور بوٹی کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔

''کیا بات ہے فیکے؟'' میں نے پوچھا۔

وہ بولا۔ ''بابو جی ایک کام ہے''۔

''ہاں ہاں کہو'' میں نے کہا۔

''کام یہ ہے بابو جی کہ آپ میرے بابا کو تو جانتے ہیں نا؟'' فیکا بولا۔ ''اس کی ایک آنکھ چلی گئی ہے''۔

''او ہو۔ مجھے دکھ ہوا۔ کیسے گئی؟ کیا کوئی حادثہ ہوا؟''

''جی نہیں''۔ فیکے کے چہرے پر بھول پن کا ایک اور چھینٹا پڑ گیا۔

''لال لال تو وہ ہر وقت رہتی تھی اور اس میں سے پانی بہتا رہتا تھا۔ آپ تو جانتے ہیں آپ تو بابا کے ساتھ کئی بار تانگے

پر بیٹھے ہیں۔ تو بابو جی کل کیا ہوا کہ بابا مصری شاہ میں سے گزرا تو ایک حکیم سرمہ بیچ رہا تھا۔ بابا یہ سرمہ لے آیا اور ہمیں بتایا کہ اس سے آنکھ کی لالی جاتی رہے گی۔ حکیم نے اللہ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قسم کھا کر کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ نہ جائے تو قیامت کے دن مجھے گردن سے پکڑنا۔ میں نے بھی کہہ دیا کہ حکیم خدا رسول کو بیچ میں ڈال رہا ہے تو ذرا سا لگا لے۔ اماں نے بھی یہی صلاح دی۔ اُس نے ''لقمان حکیم؛ حکمت کا بادشاہ'' پڑھا اور آنکھ میں سلائی پھیر لی۔ بس پھر کیا تھا بابو جی قسم کھا کر کہتا ہوں جب سے اب تک آنکھ لگی ہو تو اپنے باپ کا نہیں۔ بابو جی، آپ تھک تو نہیں گئے؟ سگریٹ والے کی کرسی اُٹھا لاؤں؟''

اس وقت فیکا مجھے ایسا لگا جیسے اس کے چوڑے چکلے سینے پر گڈے کا حیران سر رکھا ہوا ہے۔ میں نے کہا۔ ''تم بھی حد کرتے ہو فیکے۔ اب آگے بھی کہو نا''۔

فیکے کی آنکھوں میں ممنونیت کی نمی جاگی۔ وہ بولا۔ ''بس بابو جی اللہ آپ کا بھلا کرے رات تو چیخ چاخ کے گزار دی پھر صبح کو محلے کے سارے کوچوان اکٹھے ہوئے تو ان میں سے بچا رشیدے نے کہا کہ پوست کے ڈوڈے پانی میں ابالو اور اس پانی سے آنکھ دھوؤ۔ دھوئی پر بابا اسی طرح تڑپتا رہا۔ پھر کسی نے کہا کہ پالک کا ساگ اُبال کر باندھو، باندھا اور جب کھولا تو بابا نے صاف کہہ دیا کہ اب کیا جتن کرتے ہو آنکھ کا دیا تو بجھ گیا۔ ہمارے گھر میں تو پٹس پڑ گئی بابو جی۔ اسے ایک ہسپتال میں لے گئے، پھر دوسرے میں لے گئے۔ دونوں میں جگہ نہ تھی۔ دوپہر کو راج گڑھ کے ایک کوچوان نے بتایا کہ اس کا سالا میو ہسپتال میں چوکیدار ہے۔ اُس کی سفارش سے جگہ تو مل گئی پر برآمدے میں۔ وہ بھی کوئی ایسی بات نہیں۔ پر بابو جی شام ہونے کو آئی ہے اور ابھی تک کوئی ڈاکٹر تو کیا کوئی نرس بھی اِدھر نہیں آئی۔ آپ صاحب لوگ ہیں یہ دیکھیے ہاتھ باندھتا ہوں۔ میرے ساتھ چل کر کسی ڈاکٹر سے یہ کہہ دیجیے کہ صدیقے مریض کو ذرا سا دیکھ لے''۔

مین نے کہا'' وہاں ایک ڈاکٹر ہے، ڈاکٹر عبدالجبار۔ اُن سے میرا سلام کہو۔ کام ہو جائے گا، نہ ہوا تو کل میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ اِس وقت مجھے ایک دعوت میں جانا ہے، نام یاد کر لو ڈاکٹر عبدالجبار''۔

فیکا میرے بہت سے شکریے ادا کر کے چلا گیا۔ پھر مجھے ایک خالی تانگا مل گیا۔ جب تانگا میو ہسپتال کے صدر دروازے کے سامنے سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ فیکا ہسپتال کے ایک چوکیدار سے باتیں کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ ڈاکٹر جبار کا پتا پوچھ رہا ہوگا۔ ایک بار جی میں آئی کہ ہسپتال جا کر جبار صاحب سے کہہ دوں مگر اب تانگا آگے نکل گیا تھا اور مجھے پہلے ہی دیر ہو گئی تھی۔

کچھ دور جا کر گھوڑا پھسل کر گرا اور دس منٹ تک گرا رہا۔ پھر جب اٹھا اور چلنے لگا تو یکا یک جبار صاحب کا سکوٹر میرے تانگے کے قریب سے زن سے گزر گیا۔ جبار صاحب! میں چلایا۔ مگر جبار صاحب میری آواز سے تیز نکلے۔

کوئی بات نہیں، میں نے سوچا، کل کہہ دوں گا۔ کل پہلا کام بھی یہی کروں گا۔

رات کو میں گھر واپس آیا تو معلوم ہوا کہ فیکا کوچوان آیا تھا اور کہہ گیا تھا کہ بابو آئیں تو مجھے بلا لیں۔

میں نے سوچا، اس وقت کون بلائے۔ اگر جبار صاحب ہسپتال ہی کو جا رہے تھے اور فیکے کا کام ہو گیا ہے تو شکریہ صبح قبول کر لوں گا، اور اگر کام نہیں ہوا تو جو بھی کوشش ہوگی صبح ہی کو ہوگی۔

صبح کو میں ابھی بستر سے نہیں نکلا تھا کہ فیکے نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ معلوم ہوا کہ رات جبار صاحب ڈیوٹی پر نہیں تھے۔ ان کی ڈیوٹی آج دن کی ہے۔

''یعنی تمہارا باپ دسمبر کی اس سردی میں برآمدے ہی میں پڑا رہا؟'' میں نے اپنے انداز میں تشویش ظاہر کی۔

''جی ہاں'' وہ بولا ''مگر یہ تو کوئی ایسی بات نہیں بابو جی۔ آپ نے ہمارا گھر نہیں دیکھا۔ دس سال سے چھپر میں پڑے ہیں''۔

''اور اس کی آنکھ؟'' میں نے پوچھا۔

''وہ تو چلی گئی بابو جی'' فیکا یوں بولا جیسے اس کے باپ کی آنکھ کو ضائع ہوئے برسوں گزر چکے ہیں۔

میں نے کہا۔ ''جب آنکھ جا ہی چکی ہے تو بے چارے بڈھے کو ہسپتال میں کیوں گھسیٹتے پھرتے ہو؟ وقت بھی ضائع ہوگا روپیہ بھی ضائع ہوگا''۔

فیکا بولا۔ ''بابو جی کیا پتا آنکھ کے کسی کونے کھدرے میں بینائی کا بھورا پڑا رہ گیا ہو۔ دیکھیے چولھا بجھ جاتا ہے تو جب بھی دیر تک راکھ میں ہاتھ نہیں ڈالتے۔ کیا پتا کوئی چنگاری سلگ رہی ہو''۔

میں اس بات سے چونکا۔ آج تک فیکے نے مجھ سے صرف چارے کی مہنگائی اور آٹے میں ملاوٹ کے موضوع پر باتیں کی تھیں۔ پھر وہ عاجزی سے بولا۔ ''بابو جی، ذرا سا میرے ساتھ چلے چلیے''۔

میرے جسم میں نیند ابھی پوری طرح غائب نہیں ہوئی تھی۔ پھر نہانا تھا؛ شیو کرنا تھا چائے پینی تھی؛ میں نے کہا: ''میں تمھیں اپنا کارڈ دے دیتا ہوں۔ وہ ڈاکٹر جبار کو دکھا دو۔ بڑے یار آدمی ہیں۔ فٹا فٹ کام کر دیں گے۔ تمہارا باپ ایک بار وارڈ میں چلا جائے۔ پھر علاج کے لیے تو میں خود جا کر کہوں گا''۔

وہ مجھ سے کارڈ لے کر یوں چلا جیسے دنیا جہاں کی دولت سمیٹے لیے جا رہا ہے۔ میں نے کارڈ پر لکھ دیا تھا۔ ''جبار صاحب! اس کا کام کر دیجیے، بے چارا بڑا ہی غریب آدمی ہے دعائیں دے گا'' اور مجھے یقین تھا کہ کام ہو جائے گا۔ ڈاکٹروں کو صرف اتنا ہی تو دیکھنا تھا کہ آنکھ پوری طرح بجھ گئی ہے یا تھوڑی بہت رمق باقی ہے۔

میں دن بھر گھر سے غائب رہا اور فیکا دن بھر میرے گھر کے چکر کاٹتا رہا۔ شام کو اُس نے مجھے بتایا کہ ''جبار صاحب بیٹھے تو ہیں پر کوئی اندر نہیں جانے دیتا۔ کہتے ہیں باری سے آؤ اور میری باری آتی ہی نہیں۔ گھٹنا پاجامے میں سے جھانک رہا ہو تو باری کیسے آئے بابو جی''۔

فیکے نے مجھے ایک بار پھر چونکا دیا۔ نہ جانے پہلوان فیکے کے اندر یہ حساس اتنے برسوں سے کہاں چھپا بیٹھا تھا۔

میں نے وعدہ کیا کہ کل ضرور چلوں گا۔اب تو شام ہوگئی ہے۔

دوسرے دن سویرے ہی مجھے شیخوپورے جانا پڑ گیا۔رات کو واپس آیا تو معلوم ہوا کہ فیکا آیا تھا۔

اس کے بعد تین دن تک میں نے زیادہ وقت گھر میں گزارا۔مگر فیکا نہ آیا۔چوتھے روز میں نے گلی کے موڑ پر ایک کوچوان سے فیکے کے باپ کا پوچھا۔تو معلوم ہوا کہ اسے وارڈ میں جگہ مل گئی ہے۔اتنے میں فیکا بھی آنکلا۔مجھے ذرا سی ندامت تھی اس لیے جھوٹ بولنا پڑا۔''کیوں فیکے، جبار صاحب نے کام کردیا نا؟''

وہ بولا۔''مگر بابو جی، وہ تو مجھ سے ملے ہی نہیں''۔

میں نے فوراً کہا۔''میں نے انہیں فون کردیا تھا''۔

فیکے کا چہرہ ایک دم سرخ ہوگیا اور اس کی آنکھوں میں ممنونیت کی نمی جاگ اُٹھی۔''جبھی میں کہوں نرس بار بار یہ کیوں کہہ رہی ہے، کہ دیکھو، بڈھے کو تکلیف نہ ہو''۔

پھر میں وہاں سے چلا گیا۔میرے قدم آہستہ آہستہ اٹھ رہے تھے؛ مگر ذہن جیسے شکست کھا کر بھاگا جارہا تھا۔رات کو نیند نے ندامت دور کردی۔مگر صبح ہی فیکا دروازے پر موجود تھا۔بولا'' آپ کی مہربانی سے داخلہ تو مل گیا تھا پر اب اُنھوں نے بابا کو کوٹ لکھپت کے ہسپتال میں بھیج دیا ہے۔یہ تو بڑا غضب ہوا بابو جی۔آج میں اماں کو ساتھ لے کر گیا۔دو روپے کُل ہوگئے۔کچھ ہوسکے تو کیجیے''۔

میں نے کہا:''میں ابھی جا کر ڈاکٹر جبار کو فون کرتا ہوں''۔

میں نے فون کیا بھی مگر ڈاکٹر صاحب مل نہ سکے۔پھر مصروفیتوں میں بات آئی گئی ہوگئی۔پانچ چھے روز بعد میں نے فیکے کو دیکھا تو سوچا کہ نظریں چُرا کے ساتھ والی گلی میں مڑ جاؤں اور وہاں سے بھاگ نکلوں، مگر فیکا لپک کر میرے پاس آیا اور بولا۔''بابو جی، سمجھ میں نہیں آتا آپ کے کس کس احسان کا بدلہ اتاروں گا''۔

جھوٹ نے میری ندامت کو کان سے پکڑ کر ایک طرف ہٹا دیا۔''واپس آ گیا نا تمھارا بابا؟''

فیکا بولا۔''واپس بھی آ گیا اور آپریشن بھی ہوگیا۔جمعہ کو پٹی کھل رہی ہے۔دعا کیجیے''۔

میں نے کہا۔''اللہ رحم کرے گا''۔

پھر وہ جمعہ کی شام کو آیا۔تو بولتے ہی زار زار رونے لگا۔''بابو جی غضب ہوگیا پٹی کھلی تو پتا چلا۔ایک آنکھ تو گئی ہی تھی، دوسری پر بھی اثر پڑ گیا ہے۔کہتے ہیں اب پہلے آپریشن کا زخم مئلے تو دوسرا آپریشن ہوگا۔اور دوسری آنکھ کا بھی ہوگا''۔

میں نے اُسے تسلی دی اور اُسے ساتھ لے کر سامنے ہی ایک دکان سے ڈاکٹر جبار کو فون کیا۔مگر بدقسمتی سے وہ فون پر موجود نہ تھے۔پھر میں نے اُس سے وعدہ کیا کہ کل جا کر ڈاکٹر جبار سے ملوں گا۔وہ ہسپتال میں نہ ہوئے تو انہیں گھر ...

جا پکڑوں گا۔

دوسرے دن میں جا تو نہ سکا البتہ ڈاکٹر جبار کو فون ضرور کیا۔ وہ پھر غائب تھے۔

اِدھر فیکا بھی غائب ہو گیا۔

شاید دو اڑھائی ہفتے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ نوکر نے آ کر بتایا کہ فیکا کوچوان آیا ہے۔ میں نے بھی اسے کھڑکی میں سے دیکھ لیا۔ بالکل ہلدی ہو رہا تھا۔

میں نے نوکر سے پوچھا۔ ''کیا تم نے اسے بتا دیا ہے کہ میں موجود ہوں؟''

''جی ہاں''۔ نوکر بولا۔ ''بس میرے منہ سے نکل گیا''۔

''بڑے احمق آدمی ہو''۔ میں نے اسے ڈانٹا اور کہا۔ ''جاؤ کہہ دو کپڑے بدل رہے ہیں۔ آتے ہیں''۔

کپڑے تو میں نے بدل رکھے تھے البتہ میں اپنے تیور بدلنے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر اچانک خیال آیا کہ کتنا چھوٹا آدمی ہوں دو پیسے یا دو روپے یا چلو دو لاکھ کی بھی بات نہیں۔ دو آنکھوں کی بات ہے اور میں جھوٹ بولے جا رہا ہوں۔ مجھے فیکے کے سامنے اعتراف کر لینا چاہیے کہ میں تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکا۔ پھر میں نے وہ فقرے سوچے جو مجھے فیکے کے سامنے اِس انداز سے ادا کرنے تھے کہ اُسے سچی بات بھی معلوم ہو جائے اور اسے دکھ بھی نہ ہو۔

میں باہر آیا تو فیکا بولتے ہی زار زار رونے لگا۔ بابو جی، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ، کچھ سمجھ میں نہیں آتا............ اس کی آواز بھرا گئی۔

میرے سوچے ہوئے فقرے ایک دوسرے سے گُتھم گُتھا ہو گئے۔ بہ مشکل میں نے کہا۔ ''فیکے! بات یہ ہے فیکے کہ! بات یہ ہے''۔

آنسوؤں سے بھیگا ہوا، بچوں کی طرح گول گول سرخ چہرہ لیے فیکا اٹھا، اور بولا ''بابو جی، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں شکریہ ادا کروں تو کیسے کروں؟ میرا بابا ٹھیک ہو گیا ہے۔ اس کی دونوں آنکھیں ٹھیک ہو گئی ہیں۔ اُسے بینائی اللہ نے دی ہے اور آپ نے دی ہے۔ آپ نے مجھے خرید لیا ہے بابو جی۔ قسم خدا کی میں عمر بھر آپ کا نوکر رہوں گا''۔

اور میں نے ایک بہت لمبی، بہت گہری سانس لے کر کہا۔ ''کوئی بات نہیں فیکے۔ کوئی بات نہیں''۔

(کپاس کا پھول)

مشق

۱۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں۔

الف) فیکا کوچوان کیوں پریشان تھا؟

ب) فیکے کوچوان نے کس بات سے مصنف کو متاثر کیا؟

ج) فیکا کوچوان کیوں زاروقطار رونے لگا؟

د) مصنف کی شخصیت کو آپ نے کیسا پایا؟

ہ) اگر آپ مصنف کی جگہ ہوتے تو کیا کرتے؟

و) فیکا کوچوان کے والد کی آنکھ کس طرح ٹھیک ہوگئی؟

۲۔ سبق کے متن کے مطابق دُرست جواب کی نشاندہی کریں۔

الف) سبق ''سفارش'' ادبی صنف کے لحاظ سے ہے۔

i) داستان　ii) ڈراما

iii) افسانہ　iv) انشائیہ

ب) فیکے کوچوان کے والد کی آنکھ کی بینائی چلے جانے کی وجہ تھی۔

i) سُرمہ لگانا　ii) بروقت علاج نہ کرنا

iii) پوست کے ڈوڈے کا پانی ڈالنا　iv) سُرمہ نہ لگانا

ج) مصنف فیکے کوچوان کا سامنا نہیں کر پا رہے تھے۔

i) جھوٹ بولنے کی وجہ سے　ii) سفارش نہ کرنے کی وجہ سے

iii) پیسے نہ دینے کی وجہ سے　iv) اِن میں سے کوئی بھی نہیں

د) نرس بوڑھے مریض کی طرف خصوصی توجہ دے رہی تھی۔

i) سفارش کی وجہ سے　ii) رشوت دینے کی وجہ سے

iii) بڑھاپے کی وجہ سے　iv) ان میں سے کوئی بھی نہیں

ہ) مصنف نے نوکر کو ڈانٹا کیوں کہ اُس نے

i) فیکے کی بے عزتی کی　ii) مصنف کی موجودگی کا بتایا

iii) فیکے سے ہمدردی کا اظہار کیا　iv) بینائی کی وجہ سے

۳۔ سبق کے متن کے مطابق درست اور غلط کی نشاندہی کریں۔

الف) مریض کا سفارش کی بنیاد پر علاج ہوا۔

ب) مصنف نے کوچوان کی بھرپور مدد کی۔

ج) مریض کو ہسپتال کے برآمدے میں چوکیدار کی سفارش پر جگہ مل گئی۔

د) مریض سخت گرمی میں ہسپتال میں داخل ہوا۔

ہ) مصنف کو آخر میں سخت احساسِ ندامت ہوا۔

۴۔ بہ حوالہ متن درج ذیل عبارت کی تشریح کریں۔ نیز سیاق وسباق بھی لکھیں۔

''فیکا بولا کیا پتا آنکھ کے کسی کونے .... ذرا سا میرے ساتھ چلے چلیے''۔

۵۔ سبق ''سفارش'' کا تنقیدی جائزہ لیں۔

۶۔ سبق ''سفارش'' ہمارے کن معاشرتی رویوں کی عکاسی کرتا ہے؟

۷۔ سبق ''سفارش'' کی روشنی میں مصنف اور فیکا کوچوان کی شخصیت کا ایک دوسرے سے موازنہ کریں۔

۸۔ درج ذیل جملوں کی مختصر وضاحت کریں۔

الف) لقمان حکیم، حکمت کا بادشاہ۔

ب) کوئی بات نہیں، فیکے کوئی بات نہیں۔

ج) چولھا بجھ جاتا ہے تو دیر تک راکھ میں ہاتھ نہیں ڈالتے۔

د) میں اپنے تیور بدلنے کی کوشش کرنے لگا۔

سرگرمیاں

۱۔ اساتذہ کرام طلبہ سے لغوی اور اصطلاحی معنوں میں فرق کرائیں۔

۲۔ طلبہ کو بنیادی اسالیب بیان سے آگاہی دیں۔

۳۔ احمد ندیم قاسمی کا کوئی اور افسانہ کمرہ جماعت میں سنوائیں۔

۴۔ طلبہ کی لائبریری میں کسی اور افسانہ نگار کے افسانوی مجموعہ کے انتخاب میں مدد دیں۔

اشاراتِ سبق

۱۔ اساتذہ کرام طلبہ کو ''سفارش'' کی روشنی میں معاشرے میں موجود رویوں سے آگاہ کریں۔

۲۔ طلبہ کو اُردو میں افسانہ نویسی کی روایت بتائی جائے۔

۳۔ اُردو ادب میں افسانہ نویسی کی اہمیت سے آگاہ کریں۔